بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہمارے ملک کے حکمرانوں کی یہ ریت سی بن گئی ہے کہ دنیائے عمل میں خواہ انہیں اسلام سے کتنی ہی کد ہو لیکن زبان کی حد تک خصوصاً جب انہیں عوام کے جذبات سے کھیلنا مقصود ہو، اسلام کے بڑے شیدائی بنتے ہیں۔ اسلام کی حیثیت اُن کے نزدیک ایک دلفریب نعرے کی سی ہے جسے بلند کرکے وہ عوام میں مقبولیت حاصل کرتے ہیں اور پھر اُنہیں فریب دے کر تختِ اقتدار پر فائز ہوتے ہیں۔ اِس مقدس نام کی برکت سے لوگوں کو بیوقوف بنائے رکھتے ہیں اور جب اُن کی بداعمالیوں اور عوامی احساسات و مفادات کے خلاف اقدامات کی وجہ سے اُن کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنے لگتا ہے تو اسلام کا وظیفہ پڑھ کر اپنے متزلزل اقتدار کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام اگر محض کلمۂ ورد ہوتا تو ممکن تھا ان لوگوں کی دین پسندی کا بھرم کافی مدت تک قائم رہتا لیکن چونکہ یہ ایک مخصوص اندازِ فکر اور اسلوبِ حیات کا نام ہے جس کے پرتو زندگی کے ہر گوشے میں دیکھے جاسکتے ہیں، اِس لیے اسلام سے عقیدت و محبت کی حقیقت جلد ہی عوام کے سامنے کھل جاتی ہے۔ وہ حیران ہوکر پوچھتے ہیں اسلام سے محبت کا یہ کونسا انداز ہے کہ دینِ حق کو دل و جان سے چاہنے والوں کی عملی زندگی میں اِس کی کوئی جھلک نظر نہ آتی ہو، بلکہ بغاوت کا رنگ نمایاں ہو اور لوگوں کے معاملات کے نگران ہونے کی حیثیت سے اللہ کا دین اُن پر جو نازک ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اُن سے نہ صرف جان بوجھ کر اغماض برتا جائے بلکہ ہر اُس بُرائی کی سرکاری سطح اور قومی ذرائع سے حوصلہ افزائی کی جائے جو اسلام کی عین ضد ہے۔ عوام کے اِس حسرتناک مشاہدے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن کے دل میں حکمرانوں کے قول و قرار کا کوئی اعتبار باقی نہیں رہتا اور وہ اِس نہج پر سوچنے لگتے ہیں کہ اگر یہ لوگ دین جیسی مقدس متاع کے بارے میں، جس پر اُن کی دُنیوی فلاح اور اُخروی کامرانی کا دار و مدار ہے، سنجیدہ نہیں تو اور

کس چیز کے بارے میں مخلص ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ عوام سے اُن کی محبت، اُن کی فلاح و بہبود کے لیے اُن کی فکرمندی اور قوم اور ملک کی بہتری کے لیے اُن کے دعاوی بھی محض فریب کاریاں ہیں جن کے ذریعے وہ پیرِ تسمہ پا بن کر تادیر اُن کی گردنوں پر مسلط رہنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے جس طرح فرد کی اسلام سے محبت کی جانچ کے لیے کچھ پیمانے مقرر کیے ہیں، اسی طرح حکمرانوں کی اسلام سے وابستگی کا اندازہ کرنے کے لیے چند معیارات قائم کیے ہیں، جن کی مدد سے ہر فرد اِس امر کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ مسندِ اقتدار پر فائز لوگوں کا دینِ حق سے تعلق کس درجہ کا ہے۔ اِن معیارات سے تو سبھی مسلمان، حاکم و محکوم، واقف ہیں۔ اِن صفحات میں ہم اُنھیں ایک ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ملک کے فرمانرواؤں کو یہ معلوم ہوسکے کہ جس اسلام کی خدمت کا وہ صبح و شام ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اُس کا اُن سے کم از کم مطالبہ کیا ہے۔

اسلام مسلمان حکمرانوں سے پہلا مطالبہ یہ کرتا ہے کہ وہ اپنی قلمرو میں نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں اور اُن بھلائیوں کو فروغ دیں جنھیں اسلام پروان چڑھانا چاہتا ہے اور ان بُرائیوں کا استیصال کریں جنھیں اسلام دنیا سے مٹانے کا عزم رکھتا ہے۔ اِس حقیقت کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط	(یہ مسلمان) وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔

(الحج ۲۲:۴۱)

اسلام نے مسلم عوام کا اپنے فرمانرواؤں کے ساتھ سمع و طاعت کا تعلق محولہ بالا فرائض کے ادا کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے حکمرانوں کی چند خصوصیات بیان فرمائیں، اِس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم نے بارگاہِ اقدس میں گذارش کی: کیا ہم اُن کا تختہ نہ اُلٹ دیں! آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں، نہیں جب

تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں۔ (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح روایت کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کے بعض کام اچھے اور بعض بُرے ہوں گے۔ جس نے (بُرے کاموں میں تعاون کرنے) سے انکار کیا وہ بری الذمہ ہوگیا اور جس نے انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا وہ محفوظ ہوگیا اور جو اُن پر راضی ہوگیا اور (اُن ظالم فرمانرواؤں) کی اطاعت کرنے لگا تو وُہ اُن کے گناہ و وبال میں شریک ہوا۔ اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: پھر کیا ہم اُن سے جنگ نہ کریں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں، نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں۔ (مسلم)

قرآن وسنّت نے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد ایک مسلمان حاکم پر جو ذمہ داری عائد کی ہے وہ معاشرے میں ظلم وتشدد کی ہر صُورت کا خاتمہ اور عدل وانصاف کا قیام ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلامی ریاست کے اوّلین سربراہ بھی تھے، کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام کی ان الفاظ میں ہدایت کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (النسا: ۵۸)	(مسلمانو)، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا ہے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (المائدہ: ۴۲)	اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

عدل کیا ہے؟ حقدار کو اُس کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا اور جس فرد یا گروہ نے جبر وتشدد

یا مکروفریب سے حقدار کو اُس کے جائز حق سے محروم کر رکھا ہے اُسے اُس کی ظالمانہ کارروائی کی سزا دینا۔ خلیفۂ اوّل سیّدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارِ خلافت اُٹھاتے ہوئے اپنے پہلے خُطبہ میں قیامِ عدل کے بارے میں اپنی اِس نازک ذمّہ داری کو اِس طرح بیان فرمایا:

ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم	لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں
ولست بخیرکم فان احسنت	تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں اچھا کام کروں تو
فاعینونی وان اسأت فقوّمونی۔	میرے ساتھ تعاون کرو اور بُرا کام کروں تو مجھے
الصدق امانةٌ والکذب خیانةٌ	راہ راست پر لاؤ۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت
والضعیف منکم قوی عندی حتی	ہے۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک
اُزیح علته والقوی فیکم	میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس کا دُکھ دُور نہ کر دوں اور
ضعیف حتی اخذ منه الحق	تم میں سے قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں
ان شاء اللہ	اللہ کی مرضی سے اُس سے وہ حق نہ لے لوں (جو اُس نے
(البدایہ والنہایہ)	قوت کے بل بوتے پر دبا رکھا ہے)۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عادل حکمران کی جن زوردار الفاظ میں فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے مقابلے میں ظالم اور خائن حکمران کو جس ذلت آمیز عذاب کی وعید سُنائی ہے اُس سے اِس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عدل وانصاف اور حق رسی اللہ کی نگاہ میں کس قدر غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اور ظلم اور ناانصافی کس قدر مذموم کارروائیاں ہیں۔ یوں تو اِس باب میں لاتعداد احادیث ملتی ہیں، لیکن ہم ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف چند فرمودات درج کرتے ہیں:

ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں جو شخص سب سے زیادہ محبوب اور جسے اُس ذاتِ برحق کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا وہ امامِ عادل کی ذات ہوگی۔ اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین سزا کا مستوجب — اور ایک روایت کے مطابق باری تعالیٰ سے سب سے زیادہ دُور — ظالم امام ہوگا۔" (ترمذی)

اِسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت ہے کہ نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ قیامت کے روز ربّ العزت کے سایہ میں کون لوگ سب سے پہلے پناہ لیں گے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی سب سے بہتر جانتے ہیں۔ اس پہ آپؐ نے فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب اُن کے سامنے حق پیش کیا جائے تو وہ قبول کرلیں۔ جب اُن کے سامنے دستِ سوال دراز کیا جائے تو وہ بخوشی خرچ کریں اور لوگوں کے درمیان اس طرح انصاف کریں جیسے وہ اپنی جانوں کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الامارہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندگانِ خدا میں سے قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت عادل اور مشفق امام ہوگا۔ اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بدترین شخص ظالم اور سخت گیر امام ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

قرآن و سنت میں عدل کی اصطلاح اپنے وسیع ترین معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک عدل کا منشا اُس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کسی معاشرے کی پوری فضا اُس کے خیر و برکت سے معمور نہیں ہوجاتی۔ جب تک ہر فرد کا دل، خواہ اُس کا تعلق کسی شعبۂ حیات سے ہو، اس بات پر مطمئن نہ ہوجائے کہ اُسے اُس کے جائز حق سے کوئی بھی محروم نہیں کرسکتا اور جس چیز کا وہ حقدار نہیں وہ اُسے کسی طور بھی میسر نہیں آسکتی، اُس وقت تک اُس میں خوشدلی کے ساتھ معاشرے کے مطالبات پورے کرنے کی اُمنگ پیدا نہیں ہوسکتی۔ معاشرے کے مختلف طبقات کے اندر توازن و اعتدال پیدا کرنے کے لیے اور اُن کے حقوق کے منصفانہ تعین اور تحفظ کے لیے رعایا کو اس بات کا پورا پورا اطمینان ہونا چاہیے کہ جن افراد کے ہاتھ میں ان کی زمامِ کار ہے وہ انتہائی بے لوث، منصف مزاج، خدا ترس اور زیرک لوگ ہیں اور اُن میں یہ صلاحیت اور قوت بھی بدرجۂ اتم موجود ہے کہ ہر ذی رُوح جو اُن کی قلمرو میں آباد ہے اُس کے حقوق کا تحفظ کرسکیں اور اگر کوئی سرپھرا اُنہیں پامال کرنے کی جرأت کرے تو اُسے اِس بے جا جسارت کی عبرتناک سزا بھی دلواسکیں۔

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان حکمرانوں کو اس امر کی بھی تاکید کی ہے کہ وہ عوام کے ساتھ نرمی اور شفقت کا وہ رویہ اختیار کریں جو ایک نیک نفس باپ اپنی اولاد کے معاملے میں کرتا ہے۔ انہیں لوگوں کے لیے دہشت کی قوت بننے کے بجائے رحمت کی نوید بننا چاہیے تاکہ عوام اُن کے زیر سایہ آکر اِس طرح آرام اور سکون محسوس کریں جیسے ایک پریشان حال فرزند مشفق باپ کی آغوش میں آکر محسوس کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ۔

خبردار! تم میں سے ہر شخص رعیت کا نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ حکمران جو عوام کا نگہبان ہے وہ رعیت کے معاملے میں جواب دہ ہے۔ اسی طرح ایک شخص اپنے اہل خانہ کا نگران ہے اور وہ اُن کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور وہ اُن کے متعلق جواب دہ ہے۔

(مسلم، کتاب الامارۃ)

اِس حدیث میں آپؐ نے ایک مسلمان حکمران کو اُس کی نازک ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اُسے یہ بات بھی ذہن نشین کرائی ہے کہ اُس کا اپنی رعایا کے ساتھ سراپا دلسوزی، ایثار اور خیرخواہی کا تعلق ہونا چاہیے۔ جس طرح ماں باپ کو ہر وقت اپنی اولاد کی فلاح و بہبود کی فکر دامن گیر رہتی ہے اُسی طرح مسلم حکمران کو اپنی رعایا کی بھلائی کے لیے ہر آن آرزومند اور ہمت آزما رہنا چاہیے۔

پھر گلہ بانی کے استعارہ میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی مضمر ہے کہ گلہ بان گلّے سے کہیں بڑھ کر اُس کے بارے میں فکرمند ہوتا ہے۔ گلّہ کا کوئی جانور جب اس سے الگ ہوکر کسی غلط سمت میں چل نکلتا ہے تو گلہ بان مضطرب اور پریشان ہوجاتا ہے اور اُس وقت تک اُسے چین نہیں آتا جب تک وہ اُسے غلط راہ سے ہٹا کر صحیح جگہ پر نہیں لے آتا۔

ایک گلہ بان دورِ جدید کے حکمرانوں کی طرح اپنی رعایا کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُسے

تباہی اور بربادی کے راستوں پر نہیں دھکیلتا بلکہ وہ جس لمحہ بھی کسی جانور میں کوئی غلط رُجحان محسوس کرتا ہے تو فوراً اُس کی اصلاح کی تدبیر کرتا ہے ۔ اِسی طرح جب اُس کے گلّے کو باہر سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو وہ اس کا پوری قوت اور جرأت سے مقابلہ کرتا ہے اور اس معاملہ میں جان کی بازی لگانے میں بھی اُسے کوئی تامّل نہیں ہوتا ۔ وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ جن بھیڑ بکریوں کا اُسے نگران مقرر کیا گیا ہے وہ اُن کی جانوں کو اپنی جان سے عزیز تر سمجھتا ہے ۔

حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں رعایا کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کے حُسنِ سلوک کی کیا اہمیت ہے ۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی شخص کو ذمہ داری کا منصب سونپ کر رخصت کرتے تو اُسے یہ نصیحت ضرور فرماتے :

بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ۔ (متفق علیہ)

لوگوں کو خوشخبری دو اور انہیں خوف زدہ نہ کرو ۔ انہیں سہولت دو اور انہیں تنگی میں مبتلا نہ کرو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب امر کے بارے میں اکثر یہ دُعا فرماتے تھے :

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ ۔ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ ، فَارْفُقْ بِهٖ (مسلم)

اے اللہ جو کوئی کسی مُعاملہ میں میری اُمت کا نگران بنا اور اس نے لوگوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا تو بھی اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کر اور جو کوئی کسی معاملہ میں میری اُمت کا والی بنا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا تو بھی اُس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر ۔

معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے حکمرانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا :

کوئی شخص جسے مسلمان رعایا کا نگران مقرر کیا گیا ہو ، وہ اگر عوام کے حقوق کے معاملے میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گا ۔ (متفق علیہ)

عوام کے حقوق میں خیانت کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں ۔ ایک یہ کہ بحیثیت حکمران (باقی بر صفحہ ۹۵)